پیغمبر عظیم الشان حضرت محمدؐ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں

اتحاد بین المسلمین

از: محترمہ نفیس فاطمہ
نئی دہلی

اسلامی کلنڈر کے بموجب ربیع الاوّل کے مہینے کو غیر معمولی عظمت و فضیلت حاصل رہی ہے کیونکہ دور جاہلیت میں فقط جزیرۂ عربستان ہی نہیں بلکہ تقریباً دنیا کے ہر حصے میں غیر انسانی اعمال و افعال کو رواج عام حاصل ہو چکا تھا۔ ایران و روم جو اس زمانے میں عظیم سلطنت کا درجہ رکھتے تھے غیر معمولی زبوں حالی کا شکار تھے اور روم کی وہی حالت تھی جو قرون وسطیٰ میں یورپ کی تھی۔ بیرونی جنگ و اختلافات تو ایک طرف خود داخلی سطح پر روم میں مقیم یہودی اس ملک پر حاکم عیسائی حکمراں سے راضی نہ تھے لہذا وہ حکومت کے لئے ہر روز ایک نیا مسئلہ لئے کھڑے رہتے تھے اور اس کوشش میں تھے کہ عیسائی حکومت کا کام تمام ہو جائے چنانچہ ایک بار اپنی مسلحانہ سرگرمیوں کے دوران ان لوگوں نے شہر انطاکیہ پر اپنا قبضہ جمالیا تھا۔ دوسری طرف ایران، جو اس زمانے میں بھی انسانی تمدن کا گہوارہ کہا جاتا تھا، اندرونی مسائل کے ساتھ ہی ساتھ روم کے ساتھ تباہ کن جنگ میں الجھا ہوا تھا جس کا آغاز ۵۳۱ء میں ساسانی بادشاہ نوشیروان کے دور میں ہوا تھا اور جو ۵۸۹ء یعنی خسرو پرویز کے عہد حکومت تک جاری رہی اور اس چوبیس سالہ جنگ کے دوران دونوں ملکوں کو غیر معمولی جانی اور مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ اس زمانے میں ایران

کی اقتصادی حالت یہ تھی کہ طویل المدت جنگ کی وجہ سے شاہی خزانہ بالکل خالی ہو چکا تھا ار ایک موچی اتنا مالدار تھا کہ وہ ملک کا خرچ اٹھانے کو تیار تھا لیکن اس کی شرط یہ تھی کہ ساری دولت کے بدلے میں اس کے بچے کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی سہولت حاصل ہو جائے لیکن ایران کے سماجی حالات میں ایسی آشفتگی و کشمکش پائی جاتی تھی کہ بقول فردوسی حکومت ایران شکست سے ہمکنار ہونے کے لئے تو آمادہ ہو جاتی ہے مگر موچی کے لڑکے کی اعلیٰ تعلیم کے لئے آمادہ نہیں ہوتی۔ اور جزیرہ عربستان تو خرافات کا اہم مرکز بنا ہوا تھا۔ بدّو عرب پتھر اور ہڈی کے ٹکڑوں سے گندھی ہوئی مالاؤں سے اپنے بیماروں کا علاج کیا کرتے تھے اور کسی گاؤں میں داخل ہونے سے پہلے دس بار گدھے کی آواز میں نعرہ لگایا کرتے تھے تاکہ تمام بری ارواح ان سے دور رہیں۔ سفر پر جاتے وقت اپنی عورت کے پیر میں تاگا باندھ کر اس کے دوسرے سرے کو ایک درخت سے باندھ دیا کرتے تاکہ وہ خیانت نہ کر سکے اور سفر سے واپسی پر اگر انہیں اپنی شریک حیات کی پنڈلی پر بندھا ہوا تاگا درخت سے بندھا ہوا ملتا تو وہ اپنی زوجہ کے کردار کے سلسلے میں بالکل مطمئن ہو جایا کرتے تھے۔

جی ہاں !انسانی سماج ایسی گمراہی و تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور امید و نجات کی تمام راہیں مسدود ہو چکی تھیں اور عالم بشریت ایک آسمانی رہبر کی تلاش میں سرگرداں تھا اور اس کی نگاہیں ایک ایسے آفاقی پیغام کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں جو عالمی انسانی ماحول کی اصلاح کا کام انجام دے سکے۔ بہر حال وعدہ الٰہی نے عملی شکل اختیار کر لی اور عالمی فضا میں ہر طرف وحی الٰہی کی یہ آواز گونج اٹھی۔ "یا اھل الکتاب قدجائکم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل ۔" یعنی، اے اہل کتاب جب پیغمبروں کی آمد میں بہت رکاوٹ ہوئی تو ہمارا رسول تمہارے پاس آیا جو احکام خدا کو صاف صاف بیان کرتا ہے۔ اور

اس طرح ماہ ربیع الاول کی ۱۲ ویں یا ۱۷ ویں تاریخ کو عام الفیل کے شور و غل کے دوران پیغمبر اکرم نے اپنی ولادت کے نور سے پوری دنیا کو منور کر دیا۔ انہوں نے دور جاہلیت کے عرب معاشرہ میں عہدۂ رسالت پر فائز ہونے سے قبل ایک طویل زندگی بسر کی۔ یہاں تک کہ بعثت کا وقت بھی آگیا اور حکم الٰہی کی پیروی میں آپ نے اعلان رسالت فرمادیا اور لوگوں سے یہ مطالبہ کرنے لگے۔ "قولوا لااله الا الله وتفلحوا۔" یعنی لا الہ الا اللہ کہو اور فلاح حاصل کرلو۔ یہ اعلان در حقیقت ایک دعوت اتحاد تھا کیونکہ اس وقت مختلف جماعتوں، گروہوں اور خاندانوں کے مختلف خداؤں کی وجہ سے پورا عرب معاشرہ زبردست اختلاف و تفرقہ کا شکار تھا۔ پیغمبر نے اپنے اس نعرہ کے ذریعہ اس دور میں رائج تمام خداؤں کی نفی و تردید کے ساتھ ہی ساتھ ایک خدا کی عبادت کی دعوت دی در حقیقت یہ دعوت اتحاد اسلامی کی دعوت تھی جس پر اللہ کے رسول ساری زندگی زور دیتے رہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ آج وحدت اسلامی کے اس عظیم الشان مبلغ کی امت کے درمیان اختلاف کا یہ عالم ہے کہ سردست مسلمان آج متحدہ طور پر یہ نہیں طے کرپا رہے ہیں کہ پیغمبرؐ عظیم الشان کی ولادت کے موقع پر جشن عید میلاد النبی کا اہتمام کیا جائے کہ نہیں!۔ یہ مرسل اعظم کی طرف سے مسلمانوں کی بے توجہی نہیں تو اور کیا ہے کہ حضرت عیسی کی ولادت کے موقع پر تو ان کے ماننے والوں کی طرف سے عظیم الشان جشن کا اہتمام کیا جائے لیکن سردست ہم مسلمان ابھی اسی جھگڑے میں پھنسے رہیں کہ جشن ولادت منایا جائے یا نہیں۔ جبکہ پیغمبر اکرمؐ وحدت اسلامی کے سخت پیرو تھے۔ اور اپنے قول و عمل دونوں کے ذریعہ مسلمانوں سے بار بار تفرقہ و اختلاف سے دوری اور باہمی اتحاد کا مطالبہ کرتے رہے۔ در حقیقت جشن ولادت سے ہماری عدم توجہ یا کم توجہی کی ایک وجہ یہ بھی

ہو سکتی ہے ہم لوگوں کو ان حالات کا بخوبی اندازہ نہیں رہ گیا جس میں پیغمبر نے اس الٰہی مشن کی تکمیل کی خاطر مصائب و آلام کے سمندر کو پار کرنے کے بعد اس الٰہی امانت کو ہم لوگوں تک پہونچایا ہے۔ دراصل ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جشن ولادت کے دوران سیرت طیبہ کا وسیع پیمانے پر تذکرہ کیا جاتا اور یہ تذکرہ سیرت تبلیغ و اشاعت اسلام کا سبب قرار پایا جاتا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیرت طیبہ کیا ہے؟ عہدہ نبوت پر فائز ہونے کے بعد پیغمبر اکرمؐ جو کام انجام دیتے ہیں وہی ان کی سیرت طیبہ ہے اور اسی سیرت کا اتباع دنیا کے تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ جی ہاں! سیرت کسی آسمان سے نازل ہونے والی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ جملہ اعمال و افعال محمدی کا نام سیرت ہے۔ سیرت کسی محل یا بارگاہ یا آسمان سے نازل ہونے والی کسی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ آسمانی احکام کی پیروی کرتے ہوئے پیغمبرؐ نے جو اعمال انجام دیئے ہیں وہ سیرت ہے اور اسلامی شریعت کا امتیاز ہی یہی ہے کہ اس شریعت پر عمل کر کے نبی اکرمؐ جو نمونہ عمل پیش کرتے ہیں، پوری امت اسلامیہ قیامت تک اس پر ثابت قدمی کے ساتھ عمل کرتی رہے۔ اب ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا اور آپ کا یہ فریضہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی حیات طیبہ میں جو کام انجام دیئے ہیں ان کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کریں اور اس پر عمل پیرا رہیں۔ زندگی کا ایسا کوئی شعبہ نہیں ہے جس کا نمونہ پیغمبرؐ کی زندگی میں نہ پایا جاتا ہو۔ مثلاً اکثر افراد یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ارے بھائی یہ سیاسی معاملہ ہے اور اسلام کا سیاست سے کوئی سروکار نہیں۔ جی نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ سیاست درحقیقت انسان کی زندگی کا اٹوٹ حصہ رہا ہے البتہ عصر حاضر میں سیاست سے جو معنی و مفہوم مراد لئے جاتے ہیں ان کا پیغمبر سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اسلام کی نظر میں سیاست مکر و فریب اور لوٹ کھسوٹ کا نام نہیں ہے

بلکہ سیاست کا مطلب ہے معاشرتی نظام کو بہتر ڈھنگ سے چلانااور خدمت خلق انجام دینا مگر اس تصور کے ساتھ کہ خداوند عالم ان کے اعمال کو دیکھ رہاہے حاکم، بیت المال کا مالک نہیں بلکہ محافظ ہےاور سماجی مصلحت کے سلسلے میں اسی کی سیاسی بصیرت کام آنے والی ہے معاشرہ کے عام لوگوں کی بات سنی تو جاسکتی ہے لیکن آخری فیصلہ قائد کے ہاتھوں میں ہوا کرتاہے۔ بہرحال اس مختصر مقالے میں اس موضوع کی مکمل وضاحت تو ممکن نہیں ہے البتہ اجمالی طور پر یہ ضرور کہاجاسکتاہے کہ مدینہ پہونچنے کے بعد اگر پیغمبر نے مہاجرین اور انصار کے درمیان معاہدہ اخوت وبرادری انجام نہ دیا ہوتا تو یہودیوں نے ان دونوں جماعتوں کے درمیان ایسی جنگ کرائی ہوتی کہ اسلام کا نام لیوا بھی باقی نہ رہ جاتا اور اسی طرح حدیبیہ میں اگر پیغمبر اکرمؐ نے اپنی غیر معمولی سیاسی بصیرت سے کام لیتے ہوئے دشمن کی شرطوں پر صلح نہ کرلی ہوتی تو بھی اسلام خطرہ میں پڑجاتا چنانچہ پیغمبر نے صلح کی اور ان کی اس صلح حدیبیہ کو قرآن مجید نے "فتح مبین" کی سند عطا کرتے ہوئے یہ اعلان کردیا کہ پیغمبرؐ کا سیاسی عمل بھی شریعت الٰہیہ کے مطابق ہوا کرتاہے۔

اس مختصر سے مقالے میں پیغمبر اکرمؐ کی سیرت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ تو نہیں کیا جاسکتاہے البتہ بعض اہم حصوں کی طرف اشارہ ضرور کیا جاسکتاہے۔ پیغمبر کی سیرت کا اہم ترین حصہ قرآنی احکام وآیات کی پیروی پر مبنی ہے قرآن میں ارشاد خداوندی ہوتاہے کہ "واعتصموا بحبل الله جميعاً ولاتفرقوا۔" اور پیغمبر اسلام وحدت اسلامی کی تشکیل میں سرگرم ہوجاتے ہیں۔اس آیۂ مبارکہ میں صرف صدر اسلام کے مسلمانوں سے خطاب نہیں کیا گیا بلکہ اس کے مخاطب تو قیامت تک پیدا ہونے والے تمام مسلمان ہیں جس کو قرآن کریم نے بہترین امت (كنتم خير امت) کے نام سے یاد

کیا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کی دیگر آیتوں میں بھی اس بات کو بڑی تاکید کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ دیکھو آپس میں تفرقہ مت ڈالو کیونکہ اس سے اسلام کی نابودی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ جب صدر اسلام میں خلفائے راشدین اخوت و محبت کے ساتھ رہ سکتے تھے تو آج ہم لوگ اسلامی اخوت و برادری کے سایہ میں زندگی کیوں نہیں بسر کر سکتے۔ یہ وحدت اسلامی ہی تو ہے جس نے مسلمانوں کو عظمت و سربلندی کی معراج عطا کر رکھی تھی اور یہ آپسی اختلاف نہیں تو اور کیا ہے کہ وہ اسپین جو کل تک اسلام کی عظمت کی گواہی دے رہا تھا آج وہاں اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہ گیا اور اس شرمناک زوال کا باعث پیغمبر کی سیرت سے علیحدگی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

صدیاں گزر گئیں کہ مسلمان اس توحیدی روش کے سہارے دنیا میں اپنی پراگندہ صفوف کو منظم کرنے میں مصروف ہیں اور اپنی وحدت آفرین نماز کو ہر شب و روز باجماعت ادا کرتے ہیں اور ہفتہ میں ایک بار کچھ وسیع پیمانے پر نماز جمعہ کا اہتمام کرتے ہیں تاکہ دینی فریضہ انجام دیتے ہوئے اور خدائے بے نیاز سے براہ راست تعلق قائم کرتے ہوئے آپسی روحانی تعلقات اور باہمی الفت و اخوت و برادری کو مستحکم بنائیں کیونکہ اعلیٰ اور انسان ساز اسلام کی تعلیمات کی پیروی کرتے ہوئے امت اسلامیہ کے درمیان صدر اسلام میں جو روحانی روابط اور باہمی اخوت و برادری قائم ہوئی تھی وہ نہایت مفید و کارآمد تھی اور اسلام کے ظہور سے قبل لوگوں میں جو طبقاتی اختلافات بکثرت موجود تھے اسلام نے انہیں ختم کر کے ان لوگوں کے درمیان مساوات اور بھائی چارہ قائم کر دیا اور اب ان لوگوں کے درمیان رنگ و نسل اور مادی فضیلت کی بنیاد پر کوئی امتیاز باقی نہیں رہ گیا کیونکہ انہیں بخوبی معلوم ہے کہ فضیلت و برتری کا معیار تو بس تقویٰ و پرہیزگاری ہے (سورہ حجرات

آیت ۱۴) کندھے سے کندھا ملا کر ذکر الٰہی میں مشغول یہ مسلمان روحانی اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل قریب ہو جاتے ہیں کیونکہ انہیں رسول مقبول کا یہ ارشاد گرامی یاد ہے کہ جماعت رحمت ہے اور افتراق عذاب (احمد) جب قوم یہود پر عذاب آیا اور اس کی امانت چھینی گئی تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا اور اقصای عالم کے لئے نمونہ عبرت بنا دیا گیا۔ اس عذاب کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اللہ کے رسول نے اتحاد کی جو بنیادیں متعین کی تھیں اور جو اصول و طریق دیا تھا ان کو قوم یہود نے یکسر بھلا دیا تھا اور باہم دست گریبان ہو گئے تھے۔ قرآن مجید نے پیغمبرؐ کے ذریعہ سورۂ انعام میں مسلمانوں کو اس طرح خبر دار کیا ہے۔ " جن لوگوں نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور گروہ کے گروہ بن گئے ان سے تمہارا کچھ واسطہ نہیں۔" دوسری جگہ سورۂ آل عمران میں واضح لفظوں میں خداوند عالم نے یہ مطالبہ کیا ہے "دیکھو کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور اختلاف میں مبتلا ہوئے۔"

پس واضح رہے کہ وحدت اسلامی پیغمبر عظیم الشان کی سیرت کا وہ حصہ ہے جس سے امت اسلامیۂ عالم کا وجود وابستہ ہے۔ آج ملت اسلامیہ بین الاقوامی سطح پر غیر معمولی مصائب و آلام میں گھری ہوئی ہے۔ گذشتہ صدی میں دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا گیا اور پڑوسی ملک پاکستان میں بھی مسلمانوں کے ذریعہ مسلمانوں کے قتل عام کا منصوبہ بند پروگرام تیار کیا گیا اور اس کے لئے رمضان المبارک کے مہینے کا انتخاب کیا گیا۔ طالبان کے ذریعہ افغانستان میں اسلام کے نام پر غیر اسلامی کام انجام دلوا کر اسلام کو بدنام اور دیگر ممالک میں مسلم اقلیتوں کے قتل عام کی ناکام کوشش کی گئی اور قرآنی احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کے تحت یہودیوں کی طرف

دوستی کا ہاتھ بڑھایا گیا جس کے نتیجے میں آج فلسطینی مسلمان خود اپنی سرزمین پر وحشیانہ انداز میں قتل کئے جارہے ہیں۔ یہودی توپیں ان خالی ہاتھ فلسطینی عوام پر آگ اگل رہی ہیں اور ان کی فریاد رسی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ بھلا یہودی اسلام اور مسلمانوں کے دوست کیسے ہو سکتے ہیں؟! قرآن تو چلا چلا کر کہہ رہا ہے کہ یہ یہودی تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ بہر حال یہ محاسبہ نفس کی گھڑی ہے آیئے ہم لوگ اپنے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ہم اپنی زندگی میں کس حد تک سیرت محمدی کی پیروی کر رہے ہیں اور اگر ہم نے مرض کی صحیح تشخیص کر لی تو علاج آسان ہو جائے گا۔ اگر ہم سیرت طیبہ سے قریب ہو گئے تو پھر یہ بات ہرگز بھلا نہ سکیں گے کہ پیغمبرؐ بلال حبشی کو اس طرح اپنے گلے لگاتے ہیں کہ آخری دم تک وہ موذن اسلام کی خدمت انجام دیتے ہیں اور سلمان فارسی کو اس حد تک اپنے قریب لاتے ہیں کہ "سلمان میرے اہلبیت میں سے ہیں" کا درجہ عطا کر دیتے ہیں۔ واضح رہے کہ معاشرہ کے کسی بڑے سیاسی رہنما کا اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر معمولی غذا کھانا کوئی خاص امر فضیلت نہیں بلکہ غیر قوم کو اپنا ہم نوالہ قرار دینا باعث عظمت و فضیلت ہے جو ہمارے پیغمبرؐ کی سیرت کا حصہ اور ہم مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔

☆☆☆☆